

خطباتِ اقبال کے معروف تراجم میں ”تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ“ کی اہمیت

سائرہ بتول *

علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کُل سات خطبات کا مجموعہ ہیں اور *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے عنوان سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے زیر اہتمام ۱۹۳۴ء میں دوسری بار شائع ہوئے۔ پہلی بار چھ خطبات کی صورت میں یہ مجموعہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہو چکا تھا، تب اس مجموعے کا نام تھا: *Six Lectures on the Reconstruction of Religious Thought in Islam*۔ ساتواں خطبہ^(۱) شامل ہونے کے بعد عنوان میں سے *Six Lectures on* کے الفاظ ہٹا دیے گئے۔ تب سے اب تک خطباتِ اقبال کے متعدد تراجم شائع ہوئے، جن میں اقبال اکیڈمی کے زیر انتظام شائع ہونے والا ڈاکٹر وحید عشرت کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ ان تمام تراجم میں سید نذیر نیازی کا ترجمہ ”تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ معیار کے لحاظ سے اصولِ ترجمہ کے مطابق اور مصنف کے مفہیم کے قریب تر ہے۔

اس ترجمے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ اقبال کی خواہش پر لکھا گیا۔ مزید برآں اس میں خطباتِ اقبال کے ابتدائی دو خطبے، جو نہایت دقیق فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہیں، خود اقبال نے کہیں کہیں سے ملاحظہ کیے۔ علاوہ بریں، نذیر نیازی اقبال کے اُن متعلقین میں سے ہیں جو بیک وقت اقبال کے ساتھ قریبی تعلقات بھی رکھتے ہیں اور فلسفہ و حکمت کے طالب علم بھی ہیں۔ اقبال نے سید نذیر نیازی کو بیسیوں خطوط لکھے، جو ایک الگ کتاب کی شکل میں بھی دست یاب ہیں۔^(۲) اقبال کے ایسے متعلقین جو قریبی تعلق بھی رکھتے ہوں اور فلسفہ بھی جانتے ہوں، تعداد میں اتنے کم ہیں کہ اُنکلیوں پر گئے جاسکتے ہیں؛ چنانچہ ہر لحاظ سے سید نذیر نیازی خطباتِ اقبال کا

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ (sairabatool.iiui@gmail.com)

۱- ساتواں خطبہ ارستو ٹیلیٹن سوسائٹی، لندن (Aristotelian Society, London) کی درخواست پر لکھا گیا، جس کا

عنوان ہے: Is Religion Possible?

۲- سید نذیر نیازی (مرتب)، مکتوباتِ اقبال (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء)۔

ترجمہ کرنے کے اہل اور مناسب ترین شخص ہیں۔

تعارف تحقیق

یہ تحقیقی مقالہ علامہ اقبال کے انگریزی خطبات *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے تراجم میں سید نذیر نیازی کے ترجمے، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کی حیثیت اور معیار کے تعین سے متعلق ہے۔ خطبات اقبال کے موضوعات چوں کہ علم کلام اور فلسفے کے موضوعات ہیں اس لیے اردو میں مترجم کے لیے بعض اصطلاحات اور تراکیب کا ترجمہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اردو میں ان موضوعات پر کچھ زیادہ تراجم اور ترجمے کی روایت موجود نہیں ہے۔ خطبات اقبال کے اب تک جتنے تراجم آچکے ہیں ان میں معروف تراجم درج ذیل ہیں:

- ۱۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ از سید نذیر نیازی
- ۲۔ تجدید فکریات اسلام از ڈاکٹر وحید عشرت
- ۳۔ تفکیر دینی پر تجدید نظر از ڈاکٹر محمد سمیع الحق
- ۴۔ اسلامی فکر کی نئی تشکیل از شہزاد احمد
- ۵۔ مذہبی افکار کی تعمیر نواز پروفیسر شریف کنجاہی

اس مقالے میں ہمارے پیش نظر ان تمام تراجم کے ساتھ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کا موازنہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد تشکیل جدید اور مصنف کے اصل متن کے مابین زمانی اور واقعاتی قربت کا بیان ہے۔ اس بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ مصنف اور مترجم کا علمی تعلق واضح ہو جائے، ترجمے سے متعلق مترجم کو دی گئی مصنف کی ہدایات، اول دو خطبات کے ترجمے پر مصنف کی اپنی نگاہ اور مشوروں کی بابت تاریخی حقیقت کھول کر بیان کر دی جائے۔ مزید برآں اول دو خطبات کے بعض اقتباسات میں دیگر چند معروف تراجم کی، تشکیل جدید سے کم تر ترسیل معنی و مفہوم اور مصنف کی کم زور ترجمانی کی موجودگی عیاں کر دی جائے۔ اس مقالے میں تراجم کے مابین زبان اور محاورے کے موازنے کے بجائے ترسیل معنی و مفہوم یا مصنف کی ترجمانی کا نکتہ ہمارے پیش نظر ہے۔

خطبات اقبال (*The Reconstruction of Religious Thought in Islam*) کو برصغیر میں اسلامی روایت کلام کے تسلسل کے طور پر شاہ ولی اللہ کی حجة الله البالغة^(۳) کے بعد سب سے معروف

۳۔ حجة الله البالغة شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور تالیف ہے۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہ نے علم کلام اور علم حدیث کو ایک

اور مقبول کتاب کہا جاسکتا ہے، جب کہ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ خطبات اقبال کا واحد ایسا ترجمہ ہے جو اقبال کے ایما پر لکھا گیا۔ اقبال نے خود سید نذیر نیازی کو خط لکھ کر بلایا اور ترجمے کا کام سونپا۔ ترجمے کا نام تشکیل جدید الہیات اسلامیہ بھی خود اقبال نے تجویز کیا، چنانچہ اس امر کی جانب توجہ دلانا ضروری ہے کہ تشکیل جدید کی موجودگی میں دیگر تراجم کے احوال اور ترسیل معنی پر بہ نظر احتیاط غور کرنا لازم آجاتا ہے۔

خطبات اقبال کے مشکل موضوعات کا مسئلہ

زندہ رود میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے خطبات اقبال کو ایک مشکل کتاب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: --- مشرق و مغرب کے ڈیڑھ سو سے زائد قدیم و جدید فلسفیوں، سائنس دانوں، عالموں اور فقیہوں کے اقوال و نظریات کے حوالے دیے گئے ہیں اور اقبال قاری سے توقع رکھتے ہیں کہ خطبات کے مطالعے سے پیش تر وہ سب شخصیات کے زمانے، ماحول اور افکار سے آشنا ہو گا۔ --- بعض نظریات کی وضاحت کی خاطر نئی اصلاحات استعمال کی گئی ہیں اور ان میں الفاظ کی ترتیب مطالب کے فہم و تفہیم کے لیے مشکلات پیدا کرتی ہے۔ کئی مقامات پر انگریزی زبان میں استدلال ناقابل فہم ہے اور اس کے بار بار تعاقب کرنے سے بھی معافی صاف نہیں ہوتی۔^(۴)

لیکن اگر ہم ڈاکٹر جاوید اقبال کے اس بیان کی روشنی میں خطبات اقبال کو تحقیقی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خطبات اقبال کبھی بھی ایسے قارئین کے لیے نہیں لکھی گئی تھی جو مشرق و مغرب کے ڈیڑھ سو سے زائد قدیم و جدید فلسفیوں، سائنس دانوں اور عالموں کے اقوال و نظریات کو پہلے سے جانتے نہ ہوں۔ اقبال نے خود اپنے مخصوص قارئین کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثلاً اقبال فرماتے ہیں:

ان لیکچروں کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفہ اسلام کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں، میں نے خود فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے، کیوں کہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کر لیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے، اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔^(۵)

یوں گویا علامہ اقبال یہ فرما رہے ہیں کہ خطبات انگریزی میں ہیں اور انگریزی میں بھی فقط ان قارئین

ساتھ رکھ کر اسلامی عقائد اور احکام کی صداقت کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے، لیکن اس کا اردو ترجمہ دست یاب ہے۔

۴۔ جاوید اقبال، زندہ رود (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ۴۳۵۔

۵۔ وہی مصنف، خطبات اقبال: تسہیل و تفہیم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۱۰۔

کے لیے ہیں جو پہلے سے بہت سی باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی انگریزی خواں بھی اُن بہت سی باتوں کا علم نہیں رکھتا جن کے بارے میں علامہ اقبال نے فرض کر لیا تھا کہ قاری کو ان کا پہلے سے علم ہے،^(۱) تو خطبات اُس کے لیے نہیں لکھے گئے۔ خطبات صرف اُن قارئین کے لیے لکھے گئے ہیں جو اوّل انگریزی خواں ہیں اور دوئم وہ مشرق و مغرب کے ڈیڑھ سو سے زائد قدیم و جدید فلسفیوں کے نظریات و افکار سے آشنا ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب خود خطبات کے مشکل پیرائے اور مضامین کا یہ حال ہے تو پھر خطبات کے اردو ترجمے کا کیا حال ہوگا؟ ایک ترجمہ اپنے اوصاف میں اپنے اصل جیسا نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا کوئی بھی ترجمہ اُس تحریر کا ہرگز متبادل نہیں ہو سکتا جس کا وہ ترجمہ ہے، اس بات کے ساتھ ماہرین لسانیات متفق ہیں۔ چنانچہ خطبات جیسی کتاب کے ترجمے کے لیے تو اور بھی زیادہ عمیر الفہم ہونا قدرتی سی بات ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خطبات اقبال کے تمام تراجم ہی مشکل ہیں، کیوں کہ خطبات کا موضوع نہایت پیچیدہ فلسفیانہ مباحث ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کتاب کا اصل متن تو نہایت مشکل ہو، لیکن اُس کا ترجمہ آسان ہو؟ کسی بھی کتاب کا ترجمہ اصل کتاب کے متن سے زیادہ آسان بنانے کے لیے ہمیشہ تشریحات و تصریحات کا اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ **تفہیل جدید الہیات اسلامیہ** خطبات اقبال کے تمام تر تراجم میں وہ واحد ترجمہ ہے جو تصریحات سے مالا مال ہے۔

لیکن یہ سوال کہ **تفہیل جدید** باقی تراجم سے بہتر ہے یا نہیں، فقط اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس کے پہلے دو ابواب کو اس بحث سے خارج کر دیں؛ کیوں کہ اس کے پہلے دو ابواب کو اصولی طور پر ترجمہ نہیں کہا جاسکتا۔ **تفہیل جدید** کے پہلے دو ابواب خود علامہ اقبال نے اپنی نگرانی میں مکمل کروائے۔ بہ قول نذیر نیازی بعض حصوں کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور جہاں جہاں ضرورت پیش آئی، تبدیلی کروائی، جس کی نشان دہی جگہ جگہ نذیر نیازی نے کر دی ہے۔^(۲) پھر بھی اگر ہم بضد ہیں کہ پوری کی پوری **تفہیل جدید** کو خطبات اقبال کے باقی تراجم کے درمیان رکھ کر دیکھا جائے تو تب بھی اس حقیقت سے انکار کسی صورت ممکن نہیں کہ مترجمین میں فقط نذیر نیازی ہی ایسے مترجم ہیں جنہیں پہلے دو ابواب میں پیش آنے والے مشکل ترین فلسفیانہ مباحث اور نظریاتِ زمان و مکاں کی تقریباً وہی سمجھ ہے جو خود علامہ اقبال کو ہے۔

۶- مثلاً جدید طبیعیات کے مشکل ترین موضوعات جیسا کہ آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت خصوصی، کو انٹم فزکس کے نظریات

وغیرہ، اسی طرح جدید مغربی فلسفے کے موضوعات جیسا کہ وجودیت، مارکسزم، منطقی اثباتیت وغیرہ۔

۷- سید نذیر نیازی، **تفہیل جدید الہیات اسلامیہ** (لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۰ء)، ۷-

سید نذیر نیازی کا فہم خطباتِ اقبال

نذیر نیازی علامہ اقبال کے محبوب استاد شمس العلماء مولوی میر حسن کے بھتیجے ہیں۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مولوی میر حسن سے براہِ راست حاصل کی۔ مولوی میر حسن کے شاگرد علامہ اقبال کی فلسفیانہ بصیرت بچپن سے ہی عیاں تھی۔ اقبال کے فلسفیانہ تفکر میں لامحالہ اقبال کے استاد مولوی میر حسن کی تربیت کا بہت عمل دخل ہے۔ چونکہ سید نذیر نیازی شمس العلماء مولوی میر حسن کے فقط شاگرد ہی نہیں، سکے بھتیجے بھی تھے، اس لحاظ سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ان کی فلسفیانہ بصیرت پر بھی مولوی میر حسن کی صحبت و تربیت کا بہت اثر تھا۔ سید نذیر نیازی کو عربی اور فارسی پر عبور حاصل تھا اور اس کی وجہ بھی اُن کے استاد مولوی میر حسن کی تعلیم تھی۔ مولوی میر حسن کے بعد سید نذیر نیازی نے اپنی باقی تعلیم معروف محقق، مؤرخ، مفسر، محدث اور متکلم مولانا اسلم جیراج پوری سے حاصل کی۔^(۸)

سید نذیر نیازی نے مولانا اسلم جیراج پوری سے تاریخ کا تخلیقی مطالعہ سیکھا۔ وہ ۱۹۲۲ء میں جامعہ ملیہ، دہلی میں تعینات ہوئے اور ۱۹۳۵ء تک جامعہ سے ہی وابستہ رہے۔ ۱۹۲۴ء میں جامعہ کے صدر شعبہ تاریخ بنادیے گئے۔ سید نذیر نیازی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال کے خطبات کا پہلا ترجمہ خود ان کے ایما پر کیا۔ سید نذیر نیازی کا دوسرا بڑا کارنامہ مشہور تاریخ دان اور مفکر جارج سارٹن (George Sarton) کی عالمی شہرت یافتہ کتاب تاریخ سائنس کا تعارف (Introduction to the History of Science) کا ترجمہ ہے، جو مجلس ترقی ادب نے تین جلدوں میں شائع کیا۔^(۹)

۸۔ اگرچہ علامہ اسلم جیراج پوری کی تصانیف میں تاریخ القرآن، حیات حافظ، حیات جامی، الوراثة فی الاسلام اور متعدد

تحقیقی مقالے شامل ہیں، لیکن علامہ اسلم جیراج پوری کا سب سے بڑا کارنامہ اُن کی تصنیف تاریخ الامت کی آٹھ جلدیں ہیں جس میں آغاز اسلام سے خلافت عثمانیہ کے انہدام تک پوری اسلامی تاریخ بالتفصیل پیش کی گئی ہے۔

۹۔ جارج الفریڈ لیون سارٹن (George Alfred Leon Sarton) سیکلیم نژاد امریکی تاریخ دان اور کیمیادان تھا۔ وہ ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۵۶ء تک زندہ رہا۔ سارٹن کو ”ہسٹری آف سائنس“ کے شعبے کا بانی مانا جاتا ہے۔ اس نے ۴۲۹۶ صفحات پر مشتمل تاریخ سائنس کا تعارف لکھی۔ ول ڈیورانٹ (Will Durant) نے اپنی کتاب The Age of Faith کی چوتھی جلد (ص ۲۳۹) میں لکھا ہے کہ ”اسلامک سائنس کے ہر لکھاری کو جارج سارٹن کی تاریخ سائنس کا تعارف کا قرض یاد رکھنا چاہیے۔ یہ یادگار کام تاریخ علم میں فقط ایک قابلِ صدا احترام کام یا بی بی نہیں، بلکہ یہ مسلم ثقافت کی دولت کو سامنے لانے کی وہ خدمت ہے جس کی قیمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔“

سید نذیر نیازی نے اقبال کی علمی صحبت میں کافی وقت گزارا جس کا احوال اُن کی کتاب اقبال کے حضور میں بالتفصیل موجود ہے۔^(۱۰) خطباتِ اقبال کے مختلف موضوعات، اصطلاحات اور تشریحات سے متعلق اقبال نے خود سید نذیر نیازی کو مختلف مواقع پر جو ہدایت دیں، نصیحتیں کیں یا معافی سمجھائے، سید نذیر نیازی نے تشکیلِ جدید میں ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ فلسفیانہ اور متصوفانہ موضوعات میں سید نذیر نیازی کے تینوں اساتذہ یعنی شمس العلماء مولوی میر حسن، مولانا اسلم جیراج پوری اور علامہ اقبال علمی دنیا میں عالمی شہرت کے حامل ہیں؛ چنانچہ سید نذیر نیازی کے بعض فلسفیانہ تصورات باقی مترجمینِ خطباتِ اقبال کی نسبت زیادہ واضح اور قابلِ فہم ہیں۔ اس بات کا ثبوت ہم ایک مثال کی مدد سے دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر اوس پنسکی کا زمانہ^(۱۱) سمجھاتے ہوئے علامہ اقبال یوں

۱۰۔ اقبال کے حضور سید نذیر نیازی کی تصنیف ہے جو بنیادی طور پر اُن کی ایسی یادداشتوں کا مجموعہ ہے جو اقبال کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہ کتاب اقبال کے ساتھ مختلف علمی گفتگوؤں، نشستوں اور نظریاتی مباحثوں کے تفصیلی احوال کے علاوہ متعدد معروف مفکرین، سیاسی رہنماؤں اور علمائے کرام کے تذکرے سے معمور ہے۔

۱۱۔ اوس پنسکی کا زمانہ دراصل آئن سٹائن کا تصورِ زمانہ ہی ہے۔ اوس پنسکی ایک روسی مصنف ہے جو مشہور روسی صوفی گرو چیف کا شاگرد تھا۔ اوس پنسکی بھی آئن سٹائن کی اضافیت کے شارحین میں سے ہے۔ علامہ اقبال نے اوس پنسکی کی مدد سے آئن سٹائن کے نظریہ زمانہ کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اوس پنسکی نے آئن سٹائن کے سپیس ٹائم کا نئی نیووم (Spacetime Continuum) کا تصور قائم کرتے ہوئے بتایا کہ ایک نقطہ زیرِ ڈائمینشنل شے ہے۔ ایک نقطے میں کسی بھی سمت میں حرکت کا رجحان نہیں پایا جاتا، لیکن اگر ہم کسی نقطے کے ساتھ مزید نقطے یعنی نقطوں کی نقول جوڑ دیں تو ایک لائن وجود میں آجاتی ہے جو ون ڈائمینشنل شے ہے۔ ایک لائن میں دو سمتوں میں حرکت کا رجحان پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک لائن میں جن سمتوں میں حرکت کا رجحان نہیں پایا جاتا، اُن سمتوں میں اگر بہت سی لائنوں کی نقول جوڑی جائیں تو ایک سطح وجود میں آجاتی ہے جو کہ ایک دو بُعدی یعنی ٹو ڈائمینشنل شے ہے جیسے کہ ایک مستطیل یا مربع۔ اسی طرح ایک دو بُعدی (2D) شے میں چار سمتوں یعنی دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی جانب حرکت کا رجحان پایا جاتا ہے، لیکن آگے پیچھے کی حرکت کا رجحان نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ایک سطح (Surface) کی اُن دو سمتوں یعنی آگے پیچھے یا زیڈ ایکسز پر اسی سطح کی بہت ساری نقول جوڑنے سے سہ بُعدی یعنی تھری ڈائمینشنل شے وجود میں آجاتی ہے جیسے کہ ایک ڈبہ۔

پس اگر اسی اصول کو آگے بھی اختیار کیا جائے یعنی کسی سہ بُعدی شے کی بہت ساری نقول اُن دو سمتوں میں جوڑ دی جائیں جو ان میں نہیں پائی جاتی تو چوتھی بُعد یا فور تھ ڈائمینشن کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اب چوں کہ کسی سہ بُعدی شے میں مکان کی چھ کی چھ سمتیں پائی جاتی ہیں یعنی دائیں بائیں، اوپر نیچے اور آگے پیچھے تو وہ سمتیں جو سہ بُعدی شے میں نہیں پائی جاتیں، کون سی ہوں گی، جن میں سہ بُعدی شے کی نقول جوڑی جائیں؟ وہ سمتیں ہوں گی ماضی اور مستقبل۔ فلہذا زمانہ ہی وہ بُعد ہے جو کسی سہ بُعدی شے میں نہیں پائی جاتی۔ زمانے کی بُعد میں کسی سہ بُعدی شے کی نقول کو اس طرح جوڑا جائے گا کہ وقت کے ایک دورانیے میں

لکھتے ہیں:

A modern Russian writer, Ouspensky, in his book called *Tertium Organum*, conceives the fourth dimension to be the movement of a three-dimensional figure in a direction not contained in itself. Just as the movement of the point, the line and the surface in a direction not contained in them gives us the ordinary three dimensions of space, in the same way the movement of the three-dimensional figure in a direction not contained in itself must give us the fourth dimension of space.^(۱۲)

اس انگریزی پیراگراف کا ترجمہ سید نذیر نیازی نے یہ کیا ہے:

حال ہی میں ایک روسی مصنف اوس پینسکی نے اپنی کتاب **نظامِ ثالث** میں بُعدِ رابع کا تصور اس طرح کیا ہے کہ یہ عبارت ہے سہ بُعدی اشکال کی اس سمت میں حرکت سے جو ان کے اندر موجود نہیں۔ جس طرح نقطوں، خطوں اور سطحوں کی اس سمت میں حرکت سے جو ان کے اندر موجود نہیں مکان کے ابعادِ ثلاثی پیدا ہو جاتے ہیں، بعینہ جب کوئی سہ بُعدی شکل اس سمت میں حرکت کرتی ہے جو اس کے اندر موجود نہیں تو اس سے مکان کے بعد رابع کا ظہور ہوتا ہے۔^(۱۳)

یہ اقبال کے دوسرے خطبے میں تفہیم کے حوالے سے ایک مشکل ترین مقام ہے۔ جب تک کوئی قاری آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت، منکوسکی کی ہیئتِ مکاں اور اوس پینسکی کی ریاضی نہ جانتا ہو، وہ اس اقتباس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس اقتباس کا معنی یا مفہوم ایک ہی نشست میں کام یابی کے ساتھ اخذ کر لینا عام قارئین کے لیے مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔ علامہ اقبال یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ آئن سٹائن کے نظریہ زمان میں زمانے کو مکان کی چوتھی بُعد (Dimension) کہا گیا ہے اور اس لیے آئن سٹائن کے نزدیک زمانے کی اپنی کوئی آزاد حیثیت نہیں ہے۔ آئن سٹائن کی تائید میں اوس پینسکی نے اس نظریے کے حق میں ایک ریاضیاتی اصول وضع کیا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ زمانہ، مکان کی چوتھی بُعد ہے۔ یہ بات بہ ذاتِ خود اتنی مشکل ہے کہ آرٹس کے طلبہ یا اردو لٹریچر کے ماہرین کے بس کا روگ ہی نہیں کہ وہ براہِ راست اسے سمجھ سکیں۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ **تشکیلِ جدید** نے خطباتِ اقبال کو

اُس شے کی بہت ساری نقول ہر لمحہ زمانی میں الگ الگ رکھی جائیں گی، جیسے کارٹون فلم کی ریل پر موجود بے شمار تصویریں جو خود رُک ہوئی ہوتی ہیں لیکن وقت کی لائن (Timeline) پر حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

12- Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Sh.Muhammad Ashraf Publications, 1999), 39.

مشکل کر دیا ہے خاصی غیر منصفانہ سی بات ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ سید نذیر نیازی ہی وہ واحد مترجم خطبات ہیں جو نہ صرف آئن سٹائن کے نظریے کی تفہیم رکھتے ہیں بلکہ وہی واحد مترجم ہیں جنہوں نے اس اقتباس یا اس جیسے اقتباسات کے موقع پر خود علامہ اقبال سے رہ نمائی حاصل کی کہ اُن کی بات کا صحیح مفہوم کیا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ترجمے میں نہایت احتیاط کے ساتھ وہ الفاظ استعمال کیے جو نہ صرف اصل متن کا ہو، نہ ترجمہ ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں بلکہ اوس پسنکی کے نظریے کو کسی حد تک کھول کر بیان بھی کر رہے ہیں۔

جب ہم یہی اقتباس خطبات کے کسی اور ترجمے میں دیکھتے ہیں تو بات قطعی طور پر صاف ہو جاتی ہے کہ نذیر نیازی سے زیادہ کسی نے بھی ترجمے کا حق ادا نہیں کیا۔ مثال کے طور پر تجدید فکریات اسلام میں، جو ڈاکٹر وحید عشرت کا ترجمہ خطبات ہے،^(۱۴) اس اقتباس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

ایک جدید روسی مصنف اوپسنسکی نے اپنی کتاب میں جس کا نام تیسرا نظام ہے کہا ہے، کہ بُعدِ رابع سے مراد ایک سہ بعدی شکل کی اس جانب حرکت ہے جو اس شکل کے اپنے اندر موجود نہیں۔ جیسے نکتہ، خط اور سطح کی اس سمت حرکت جو ان میں نہیں پائی جاتی ہمیں مکان کے تین عام ابعاد کا پتہ دیتی ہیں اسی طرح سہ بعدی شکل کی ایسی سمت حرکت جو اس میں موجود نہیں ہمیں مکان کے بعد رابع کا پتہ دیتی ہے۔^(۱۵)

کسی بھی زاویے سے یہ ترجمہ نذیر نیازی کے ترجمے سے بہتر نہیں۔ اول تو ایسے تمام الفاظ اور تراکیب جو نذیر نیازی نے استعمال کیے اور جنہیں سمجھا گیا کہ وہ مشکل ہیں، ڈاکٹر وحید عشرت نے ہو بہو استعمال کر لیے، گویا نذیر نیازی سے مستعار لے لیے، جیسا کہ ”بُعدِ رابع، سہ بعدی شکل، نکتہ، خط اور سطح و ابعاد“ وغیرہ۔ دوئم ان الفاظ کو ہو بہو استعمال کرنے کے باوجود بھی ڈاکٹر وحید عشرت نے بنیادی مضمون کو اور زیادہ مشکل بنا دیا۔ نذیر نیازی کے الفاظ ہر لحاظ سے نسبتاً زیادہ واضح ہیں۔ ہم اسی اقتباس کے آخری جملے کو دوبارہ سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ سید نذیر نیازی نے لکھا کہ

جس طرح نقطوں، خطوں اور سطحوں کی اس سمت میں حرکت سے جو اُن کے اندر موجود نہیں مکان کے ابعادِ ثلاثہ پیدا ہو جاتے ہیں، بعینہ جب کوئی سہ بعدی شکل اس سمت میں حرکت کرتی ہے جو اس کے اندر موجود نہیں تو اس سے مکان

۱۴۔ ڈاکٹر وحید عشرت معروف ماہر اقبالیات اور اینٹل کالج، لاہور کے سابق ڈین تھے۔ انہوں نے فلسفہ، علم الکلام اور اقبالیات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ اقبال اکیڈمی، لاہور نے ڈاکٹر وحید عشرت کا ترجمہ خطبات اقبال شائع کیا۔

۱۵۔ وحید عشرت، تجدید فکریات اسلام (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۲۰۰۷ء)، ۵۸۔

کے بعد رابع کا ظہور ہوتا ہے۔^(۱۶)

جب کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے یہ لکھا:

جیسے نکتہ، خط اور سطح کی اس سمت حرکت جو ان میں نہیں پائی جاتی ہمیں مکان کے تین عام ابعاد کا پتہ دیتی ہیں اسی طرح نہ بعدی شکل کی ایسی سمت حرکت جو اس میں موجود نہیں ہمیں مکان کے بعد رابع کا پتہ دیتی ہے۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نذیر نیازی نے ”نکتہ، خط اور سطح کی اس سمت میں حرکت“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں

جب کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے سمت کے بعد ”میں“ کے لفظ کو نکال دیا ہے اور لکھا ہے کہ ”اس سمت حرکت“، جو دلی یا لکھنؤ میں تو شاید زیادہ قابل فہم ہو، لیکن ہمارے ہاں یہ الجھا دینے والا ہے۔ اس پر مستزاد ڈاکٹر وحید عشرت کے الفاظ کہ ”نکتہ، خط اور سطح کی اس سمت میں حرکت جو ان میں نہیں پائی جاتی ہمیں مکان کے تین عام ابعاد کا پتہ دیتی ہیں“؛ ڈاکٹر وحید عشرت نے اگر جان بوجھ کر ”پتہ دیتی ہیں“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو یقیناً ان سے سہو ہو گیا؛ کیوں کہ عاطفت کے بعد ”دیتی ہیں“ کا استعمال غلط ہے۔ بلکہ یہ جملہ صحیح اردو میں یوں لکھا جائے گا: ”نکتہ، خط اور سطح کی اس سمت میں حرکت جو ان میں نہیں پائی جاتی ہمیں مکان کے تین عام ابعاد کا پتہ دیتی ہے“؛ کیوں کہ اس جملے میں ہمارا فاعل ”حرکت“ ہے نہ کہ ”نکتہ، خط اور سطح“۔ اور اگر ”نکتہ، خط اور سطح“ بھی ہمارا فاعل ہوتے تو جملہ ”دیتے ہیں“ پر ختم ہوتا نہ کہ دیتی ہیں پر، چنانچہ گمان غالب یہی ہے کہ یہاں غلطی پروف کی ہے نہ کہ ڈاکٹر صاحب کی۔ اسی طرح جملے کے آخری الفاظ میں نذیر نیازی نے لکھا: ”اُس سے مکان کے بعد رابع کا ظہور ہوتا ہے“، جب کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے لکھا: ”ہمیں مکان کے بعد رابع کا پتہ دیتی ہیں“۔ آسانی سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے نذیر نیازی سے الفاظ بھی مستعار لے لیے اور پھر بھی ترجمے کو آسان کر دینے کا اپنا دعویٰ بالکل بھی نہ نبھاسکے۔

یہی صورت حال دیگر تراجم کی ہے۔ راقمہ دیگر تراجم کا موازنہ اسی اقتباس کے حوالے سے پیش کر دیتی،

لیکن پیش نہ کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دیگر تراجم کی موجودگی میں ہی تو اقبال اکیڈمی نے تجدید فکریات اسلام کی ضرورت محسوس کی؛ چنانچہ منطقی اعتبار سے ڈاکٹر وحید عشرت کے ترجمے کے ساتھ موازنہ کے بعد دیگر کسی کتاب سے موازنہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی، کم از کم اس اقتباس کے لیے، بہ طور خاص جب مدعا فقط یہی ثابت کرنا ہو کہ نذیر نیازی کا ترجمہ باقی تراجم کے لحاظ سے معیاری ہے۔

خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے کے عنوان کا قضیہ

ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنے ترجمہ خطبات کا نام تجدیدِ فکریاتِ اسلام رکھا، جو سراسر بعید از اصول تحقیق ہے؛ کیوں کہ خطباتِ اقبال کے اردو ترجمے کا نام تشکیلِ جدیدِ الہیاتِ اسلامیہ علامہ اقبال نے خود تجویز کر دیا تھا۔ چنانچہ اب مصنف کی اجازت کے بغیر اُن کی کتاب کے اردو ترجمے کا نام کوئی بھی مترجم تجویز نہیں کر سکتا، کیوں کہ مصنف نے ترجمے کے الفاظ طے کر کے گویا اپنی اصل تحریر کے لیے ٹھیک ٹھیک اصطلاح طے کر دی، یعنی ”پریسائیڈ ڈیفینیشن“ (Precised Definition) فراہم کر دی جس کی موجودگی میں مصنف کے مدعا کو بیان کرنے کے لیے کوئی اور ترجمان، محقق کو قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ندیر نیازی کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

تشکیلِ جدیدِ الہیاتِ اسلامیہ کا عنوان بھی حضرت علامہ ہی کا تجویز کردہ ہے۔^(۱۷)

اس شہادت کے بعد *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کے عنوان کا دوبارہ سے ترجمہ کرنا قطعی طور پر اصولِ تحقیق و تنقید کے منافی ہوگا، تاوقتیکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ سید ندیر نیازی نے اس سلسلے میں دروغ بیانی سے کام لیا، جس کا امکان بہت کم ہے۔ چنانچہ اصولِ تحقیق کی رُو سے جب مصنف نے اپنی کسی اصطلاح کے بارے میں خود ہی بتا دیا ہو کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے تو کوئی دوسرا شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ کسی بھی مصنف کی اصطلاح سازی کو از خود درست کرنے کی کوشش کرے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* کو تجدیدِ فکریاتِ اسلام کہہ دیا، حالانکہ پہلے اور دوسرے خطبے کے مطالعے سے بھی پتا چلتا ہے اور انگریزی زبان و ادب کی پوری تاریخ بھی اس حقیقت پر گواہ ہے کہ انگریزی زبان میں Religious Thought اور Religious Experience کے الفاظ اپنے اجزاء سے اپنے معانی کو واضح نہیں کرتے۔ یہ الفاظ کسی محاورے جیسے ہیں۔ ان کا عام اور مستعمل مفہوم ہی ”الہیات“ بتا ہے، جیسے Religious Experience کا عام اور مستعمل مفہوم ”مکاشفہ یا الہام“ ہے۔ اب اگر کوئی شخص Religious Experience کا ترجمہ مذہبی تجربہ کرے گا تو ظاہر ہے وہ کیسے مفہوم تک پہنچ سکتا ہے۔^(۱۸) پہلے خطبے کا یہی عنوان ہے، یعنی علم اور مذہبی مشاہدہ۔ یہاں ڈاکٹر وحید عشرت نے البتہ

۱۷- نیازی، تشکیلِ جدید، ۷۔

۱۸- Religious Experience انگریزی میں مستعمل ہی اُن معنوں میں ہے جو اقبال نے استعمال کیے۔ عام بول چال کی انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ مذہبی تجربے کی بجائے مذہبی واردات یا صوفیانہ مکاشفہ کیا جاتا ہے۔

یہ کیا کہ نذیر نیازی کا ترجمہ ہی استعمال کر لیا یعنی علم اور مذہبی مشاہدات۔ اس کی بھی شاید وجہ یہی رہی ہوگی کہ نذیر نیازی نے تصریحات میں اس پر خوب خوب بحث کی اور اچھے طریقے سے سمجھایا کہ ”مشاہدہ“ کی اصطلاح انھوں نے کیوں استعمال کی۔^(۱۹)

دیگر مترجمین اور نذیر نیازی کے فہم خطباتِ اقبال کا فرق

ہم خطباتِ اقبال کے کسی اقتباس کو کہیں سے بھی لے لیں، کچھ نہ کچھ کی ضرور ہے جو تفکیکِ جدید کے مقابلے میں دیگر تراجم و تسہیلات میں بوجہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر ہم خطبہ سوم سے ایک چھوٹا سا اقتباس لیتے اور مختلف تراجم و تسہیلات میں اسے دیکھتے ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

Nazzam resorted to the notion of *tafrab* or jump; and imagined the moving body, not as passing through all the discrete positions in space, but as jumping over the void between one position and another. Thus, according to him, a quick motion and a slow-motion possess the same speed; but the latter has more points of rest. I confess I do not quite understand this solution of the difficulty.^(۲۰)

سب سے پہلے ہم محمد شریف بقا کی تشریح نمائز جمانی دیکھتے ہیں:

نظام نے یہ کہا کہ جواہرِ خلا میں سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چھلانگ لگاتے ہیں اور وہ کسی مستقل مقام کے لاتعداد نقاط میں سے یکے بعد دیگرے نہیں گزرتے۔ اقبال اس بات کا معترف ہے کہ وہ اشاعرہ کے اس تصورِ حرکت کو نہیں سمجھ سکا۔^(۲۱)

محمد شریف بقا نے مذکورہ عبارت کی تشریح میں اس قدر ہی بات کی ہے۔ انھوں نے اس اقتباس کے کچھ حصے کی وضاحت نہیں کی۔ مگر جتنے حصے کی بھی کی، وہ کسی بھی صورت میں بات سمجھا نہیں پائے۔ جب کہ اقبال کے الفاظ، ”I confess I do not quite understand this solution of the difficulty“ کا مفہوم انھیں یہ سمجھ آیا کہ ”اقبال کو اشاعرہ کے تصورِ حرکت کی سمجھ نہیں آئی“۔ صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ اقبال بالکل ہی کچھ اور فرما رہے ہیں یعنی یہ کہ ”میں مشکل کے اس حل کو پوری طرح نہیں سمجھ پایا“، نہ کہ یہ کہ اشاعرہ

۱۹۔ نیازی، تفکیکِ جدید، ۲۹۰۔

20۔ Iqbal, *Reconstruction*, 69.

۲۱۔ محمد شریف بقا، خطباتِ اقبال: ایک جائزہ (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۱ء)، ۵۶۔

کے تصورِ حرکت کو نہیں سمجھ سکتا۔ یوں گویا اس قسم کی تفہیم خود خطبات کو قاری کے لیے ایک مبہم شے بنا دینے کے برابر ہے۔

اب ہم ڈاکٹر وحید عشرت کا ترجمہ دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر وحید عشرت نے لکھا کہ نظام نے طفرہ یا زقند کا تصور وضع کیا اور جسم کی حرکت کا یوں تصور کیا کہ یہ مکان کے تمام متعین مقامات سے نہیں گزرتا بلکہ خلا میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جست لگاتا ہے۔ نظام کے مطابق حرکت تیز ہو یا آہستہ اس کی رفتار ایک سی ہوگی۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ مؤخر الذکر کے رکنے کے مقامات زیادہ ہوں گے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مشکل کے اس حل کو میں سمجھ نہیں پایا۔^(۲۲)

بلاشبہ ڈاکٹر وحید عشرت کا ترجمہ اصل متن سے خاصی مناسبت رکھتا ہے؛ لیکن ایک اور نظر سے دیکھا جائے تو یہ ترجمہ سید نذیر نیازی کے ترجمے سے کسی حد تک مستعار ہے اور جہاں مستعار نہیں ہے، وہاں نذیر نیازی کا ترجمہ زیادہ آسان ہے۔ اس بات کے تعین کے لیے ہم سید نذیر نیازی کا ترجمہ دیکھتے ہیں۔ سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

نظام نے طفرہ یعنی زقند یا جست کا تصور قائم کیا۔ نظام کا کہنا یہ تھا کہ جب کوئی جسم حرکت کرتا ہے تو ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک نقطہ مکانی سے دوسرے نقطہ مکانی تک، جو ظاہر ہے اس سے منفصل ہوگا، گزر کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ہمیں یہ کہنا چاہیے وہ اس سے گود جاتا ہے۔ گویا حرکت کی رفتار، خواہ تیز ہو خواہ سست، ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر نقاط سکون زیادہ ہیں تو حرکت بھی سست رہے گی۔ اب ذاتی طور پر تو میرا یہی خیال ہے کہ نظام کا یہ تصور ہماری اس مشکل کا کوئی حل نہیں۔^(۲۳)

اگر آپ کے ذہن میں اقبال کے انگریزی خطبے والے الفاظ جو تھوڑی دیر پہلے نقل کیے گئے ہیں، موجود ہیں تو یقیناً آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ان تمام تراجم و تسہیلات میں نذیر نیازی کا ترجمہ زیادہ قابلِ فہم اور قرینِ قیاس ہے۔

نذیر نیازی کا مقدمہ، تصریحات اور مصطلحات

علاوہ بریں سید نذیر نیازی نے تشکیلِ جدید کے آخر میں تصریحات کے عنوان سے جو اضافہ کیا ہے وہ صرف اور صرف تشکیلِ جدید کا طرہ امتیاز ہے؛ تشکیلِ جدید سے ہٹ کر کسی بھی ترجمے میں ایسی تصریحات نہیں

۲۲۔ عشرت، تجدیدِ فکریات، ۹۰۔

۲۳۔ نیازی، تشکیلِ جدید، ۱۲۲۔

دی گئیں۔ بعض تلخیص اور تسہیل نما تراجم میں بھی مترجمین نے اپنے تئیں جو جو وضاحتیں اور تصریحات لکھی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ معیار میں نذیر نیازی کی وضاحتوں سے بدرجہا کم زور ہیں، بلکہ مقدار میں بھی نذیر نیازی کی کاوش سے کم ہیں۔ مثلاً پہلے خطبے کے لیے سید نذیر نیازی نے علم بالحواس اور علم بالوحی، عقلیت، وحی، یونانیت، عینیت، پیغمبرانہ شان، زمانِ متسلسل، مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب ہی کے بعض پہلوؤں کی ترقی یافتہ شکل ہے، فلسفہ اور مذہب کے مشترک مسائل، مذہب اور تمدن، عالم روحانی اور عالم مادی، قرآن پاک کی فطرت پسندی، صوفیانہ واردات، پیش گوئیانہ صلاحیتیں اور عملی معیار کے عنوانات سے تصریحات پیش کی ہیں۔ یہ فقط پہلے خطبے سے متعلق تصریحات ہیں۔ ہر ہر تصریح اچھی خاصی تفصیلی ہے جو بعض اوقات دو یا تین صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔ تمام خطبات کے لیے یہی کیا گیا ہے، تصریحات پیش کر دی گئی ہیں۔ جب بھی قاری کوئی بھاری بھر کم اور ثقیل اصطلاح یا ترکیب دیکھتا ہے تو کتاب کے آخر میں جا کر فوراً اس سے متعلق ایسی تصریح پڑھ سکتا ہے جسے مستند حوالوں سے لکھا گیا ہے؛ چنانچہ قاری کو فوری طور پر سمجھ آ جاتی ہے کہ مصنف کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ خوبی خطبات اقبال کے کسی اور ترجمے میں موجود نہیں۔ اور اس کی عدم موجودگی میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ باقی تراجم میں سے کوئی ترجمہ تفصیل جدید کی نسبت بہتر ہونا ممکن ہے؟

ان تصریحات کے علاوہ سید نذیر نیازی نے مصطلحات کے عنوان سے تقریباً تین سو بہتر اصطلاحات درج کی ہیں جن کا اصل انگریزی متن ساتھ درج کر دیا گیا ہے اور جہاں جہاں ضرورت پیش آئی، کچھ وضاحتی سطریں بھی لکھ دی گئی ہیں۔ یہ آسانی اور سہولت بھی تفصیل جدید کے سوا کسی اور ترجمے کا خاصہ نہیں۔ پھر سب سے آخر میں کتاب کے لیے اشاریہ بنایا گیا ہے جو نہایت کارآمد ہے۔ قاری جب چاہے، جہاں سے چاہے، اپنی مرضی کا موضوع منتخب کر کے خطبات کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ ایسا اشاریہ کسی دیگر ترجمے میں موجود نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر تو وہ مقدمہ ہے جو ترجمے کی ابتدا میں سید نذیر نیازی نے خود لکھا ہے۔ یہ مقدمہ کل چھتیس صفحات پر مشتمل ہے اور ہر لحاظ سے خطبات کا احاطہ کرتا ہے۔ اول تو اتنے تفصیلی مقدمے کی موجودگی میں کوئی ایسی وضاحت باقی ہی نہیں رہتی جس کی ضرورت ہو، لیکن اگر کوئی ضرورت باقی رہ بھی جاتی ہے تو تصریحات، مصطلحات اور اشاریے کی مدد سے اسے بہ خوبی پورا کیا جاسکتا ہے۔ غرض تفصیل جدید تمام تر ضروری ساز و سامان سے لیس ترجمہ ہے اور علم کے سچے طالب کو محروم نہیں رکھتا۔ رہ گئے وہ قارئین جو فقط ذائقہ چکھنے کے لیے اقبال کے خطبات پڑھنا چاہتے ہیں تو یہ

خطبات فی الاصل اُن کے لیے لکھے ہی نہیں گئے۔ یہ خالصتاً فلسفے کی کتاب ہے اور فلسفے کے پیچیدہ مسائل کسی عام قاری کو فقط ایک قراءت سے سمجھ نہیں آسکتے۔

البتہ راقمہ یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے اور ہمیشہ رہے گی کہ ترجمے کی مزید گنجائش ضرور باقی ہے، کیوں کہ بہتری کی گنجائش تو ہمیشہ ہی باقی رہتی ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ گنجائش موضوعاتِ اقبال کو مزید کھولنے کی مد میں ابھی کلیتاً ہی باقی ہے۔ جو کوئی اس میدان میں اُترنا چاہے اس کے لیے ابھی ان گنت مباحث خطباتِ اقبال میں موجود ہیں۔ البتہ راقمہ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ موجودہ تراجم میں سے کوئی تشکیلِ جدید سے بہتر بھی ہے۔

